تعزیہ داری ایران

تھوڑا عرصہ ہوا کہ سلسلہ تحقیق واقعات کربلا میں مجھ کو یہ خیال دامنگیر ہوا تھا۔ کہ ایران کی تعزیہ داری کے حالات معلوم کئے جائیں۔ ہمارے ملک میں غالباً بہت کم لوگوں کو اسکا علم ہوگا۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) سب سے پہلے بعض کابلی سرداران محمدزئی سے سنا۔ کہ گزشتہ شورش افغانستان کے موقعہ پر جب انکو کابل سے فرار ہونا پڑا۔ تو ایران میں جاکر پناہ گزیں ہو گئے اور چند سال تک شاہ ایران کے زیر سایۂ اوقات بسر کرتے رہے۔ وہاں اُنہوں نے جو حالات چشم دید دیکھے اور بیان کئے وہ مختصراً یہ ہیں۔ کہ خاص طہران میں ایک شاہی امام باڑہ ہے۔ جس کو وہاں کے لوگ تکیہ دولتی کہتے ہیں۔ عشرہ محرم میں اس تکیہ میں خود بادشاہ ایران اور ارکین سلطنت جمع ہوتے۔ یہ تکیہ ایک نہایت عظیم الشان اور وسیع عمارت ہے۔ اس موقعہ پر ہم کو بھی اس تکیہ میں حاضر ہونیکی اجازت دیجاتی تھی۔ شاہی باجہ بھی موجود ہوتا تھا۔ اس میں واقعات کربلا کو نقل کرکے دکھلایا جاتا تھا۔ کسی آدمی کو امام حسینؑ بنایا جاتا۔ کسی کو عباس علمدار کسی کو شمر۔ اور اسیران اہلبیتؑ کی نقل بھی اتاری جاتی تھی۔ اونٹ لائے جاتے اور انپر قیدیوں کو سوار کیا جاتا۔ غرض تمام حالات کو اسی طرح نقل کرکے دکھلاتے تھے۔

(۲) اسکے بعد مجھ کو فضیلت مآب ایڈورڈ براؤن صاحب پروفیسر عربی کیمبرج یونیورسٹی کی کتاب لٹریری ہسٹری آف پرشیا کی ایک جلد کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جس سے مذکورہ بالا بیان کی تصدیق ہوگئی۔ پروفیسر موصوف لکھتے ہیں۔ کہ طہران کے جنوب میں ایک پہاڑ ہے جس کو کوہ بی بی شہربانو کہتے ہیں۔ اکثر عورتیں نذر و نیاز کے لئے اس پہاڑ پر جایا کرتی ہیں۔ اور شہربانو ان دلگداز تعزیہ (بمعنے محرم کے ناٹک) کے ہیروز میں سے ایک ہے۔ جو ایران کے ہر دیہ و قصبہ میں ہر سال ہوتے ہوئے ناظرین کے انبوہ میں دکھلائے جاتے ہیں آگے

لکھتے ہیں۔ کہ جب شہر بانو کا ڈراما دکھلایا جاتا ہے۔ تو ایکٹر اسکا پارٹ کرتے ہوئے یہ شعر پڑھتا ہے ؎

زنسل یزدجرد شہر یارم | زنوشیرواں بود اصل نژادم
درآں وقتیکہ بختم کامراں بود | بداں شہرے ام اندر مکاں بود
بشبے رفتم بسوے قصر بابم | بیامد حضرت زہرا بخوابم
بگفت اے شہر بانو باصد آئیں | ترامن برحسینؑ آرم بہ کابیں
بگفتم من نشستہ در مدائن | حسینؑ اندر مدینہ ہست ساکن
محال است ایں سکوں فرمود زہراؑ | حسنؑ آید بہ سرداری دریں جا
تومیگردی اسیر اے بے قرینہ | بزندت از مدائن در مدینہ
بہ فرزندم حسینؑ پیوند سازی | مرا از نسل خود خورسند سازی

پروفیسر صاحب نے یہ اشعار ایک خاص ڈراما کی کتاب سے نقل کئے ہیں جسکا نام قصہ غائب شدن شہر بانو اور مطبوعہ طہران ہے۔ اسکے آگے شہر بانو کے اسیر ہوکر بحالت اسیری حضرت عمرؓ کے آگے پیش کئے جانیکا ذکر ہے مگر بخوف طوالت نظر انداز کرتا ہوں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اصل کتاب لٹریری ہسٹری آف پرشیا جلد ۲ مطبوعہ لنڈن ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۳۱ و ۱۳۲

اسی دھن میں مینے بعض دیگر محققین یورپ کی تحریروں کو بھی اس بارہ میں دیکھا۔ اور ابھی دیکھ رہا ہوں۔

(۳) سردست کتاب انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا سے ایک مقام کا ترجمہ کرکے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں

ایشیا کی دوسری زیادہ مہذب اقوام میں ڈراما (ناٹک) کا یا تو سرے سے رواج ہی کم ملتا ہے یا اگر ملتا ہے تو آخری زمانہ میں آکر۔

اصل آریہ نسل والے ایرانیوں کے ہاں انکے وسیع لٹریچر میں ڈرامے کا کچھ نشان نہیں پایا جاتا۔ لیکن پچھلے زمانہ میں آکر قومی عروج کے پہلو بہ پہلو دو قسم کے ڈراموں کا رواج نظر آنے لگا ہے۔ جو نوعیت میں ایکدوسرے سے بہت کچھ مختلف بھی ہے یعنی (۱) مذہبی ڈراما

یا مسٹری اور (۲) ہرو تعزیز کامیڈی یا نقالی۔ اول الذکر قسم کے متعلق خاص دلچسپی روز افزوں ہے

تعزیہ۔ ایرانی تعزیوں (یعنے رنج و شکایات) کے سب مضامین کا ماخذ مذہبی تاریخ ہے اور اسکا تعلق کم و بیش جناب علیؑ کے خاندان کی شہادت کے ساتھ ہے

ان واقعات یا نظاروں کی نقل ماہ محرم کے عشرہ اول میں دکھائی جاتی ہیں جب کہ مشہور فرقہ شیعہ کے لوگ تمام ایران اور ہندوستان میں جہاں مسلمان آبادی ہے حضرت رسول کریمؐ اور اور انکی صاحبزادی فاطمہؓ اور جناب علی کی شہادت جو کمینہ پن کے ساتھ عبادتگاہ میں واقعہ ہوئی۔ اور انکے حلیم مزاج بیٹے امام حسنؑ کی اور پھر امام حسن کے بہادر بھائی امام حسینؑ کی کبھی نہ بھولنے والی شہادت جو کربلا کے خونی میدان پر ۶۸۰ء میں واقعہ ہوئی۔ یادگار مناتے ہیں۔

سولہویں صدی کے آغاز میں ایران میں شیعوں کی مددگاری سے جب صفویہ خاندان کے پاؤں جم گئے۔ تو شیعیان حسینؑ نے سرکاری منظوری بھی حاصل کر لی۔ جو ابتک بدستور چلی آتی ہے۔ اسطرح پر ان تعزیوں کی نقل اور اسکے متعلق مصارف کو شعار دیں۔ اور شرعی حیثیت سے قابل تعریف فعل خیال کیا جاتا ہے

ان کا اہتمام اکثر بادشاہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ یا دوسرے صاحب ثروت لوگوں کی طرف سے۔ مدعا اس سے لوگوں کا خوش کرنا ہوتا ہے یا رضامندی الہی کا حاصل کرنا

یہ کام مسجد اور محلات اور کارواں سراؤں کے صحنوں کے اندر اور اطراف میں عارضی مکانوں کے اندر جو اسی مطلب کے لئے بنائے جاتے ہیں عموماً اصفہان کے باشندے کر کے دکھلاتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ انیسویں صدی عیسوی سے پیشتر نہیں۔ بلکہ اسکے آغاز میں بھی تعزیے ابھی تک صرف شہداء کے فضائل والے اشعار یا مرثیوں تک محدود تھے جس کو وہی اشخاص پڑھتے تھے۔ جو درحقیقت اُن (شہداء) کے پسماندگان ہوتے تھے (یعنے سادات) مگر بتدریج

جس طرح اہل یونان نے مل کر گانے والے گیتوں میں سے رفتہ رفتہ ایسے مکالمے نکال نکال کر یونانی ٹریجیڈی (ناٹک حسرت انجام) بنالی جو پہلے پہل ان گیتوں کا صرف ایک فروعی نتیجہ تھا۔ اور اسی مکالمے نے بعد کو مکمل ڈرامے کی صورت اختیار کر لی۔

قدیم عیسائیوں کی اصطلاح میں بزرگوں کے کارنامے دکھلانیوالا ناٹک

ایسا ہی امام حسن و امام حسین کے مرثیکل پلے جیسے کہ ہم انکو نامزد کر سکتے ہیں۔ ڈراما کے کھیلوں کا پورا پورا نمونہ ہوگئے ہیں۔

منجملہ ان کھیلوں کے الیگزنڈر چوزکو اور سر لیوس پیلے کی حسن مساعی سے ابتک ۵۲ کھیلیں معرض تحریر میں آگئی ہیں۔ اور ان میں سے ۳۷ ترجمہ ہوکر شائع بھی ہوگئی ہیں۔ اور یہ امر عیاں ہے کہ جو ناٹک بطور تعزیوں کے دکھلائے جاتے ہیں۔ انکی وسعت کی کوئی حد و بست نہیں۔ مثلاً امام حسین کی مصیبت زدہ لڑکی کے ساتھ قاسم کی شادی۔ اس کھیل کے ابتداء میں حسب معمول ایک روضہ خوان (مرثیہ خوان) تقریباً پیشوائے دین کی حیثیت میں اور جسکو آل رسول میں سے ہونیکا دعوی ہوتا ہے۔ سامعین کو اس واقعہ کے متعلق پرسوز اور رقت انگیز لہجہ میں کچھ نظم یا نثر سنا کر جوش میں لاتا ہے لیکن اصل ڈراما کے کرانے سے پہلے یہ رسم بطور ایک تمہید کے ہوتی ہے۔ جس میں اس پاک تذکرہ کے سبب یا انجام کا بیان ہوتا ہے۔

مثلاً پہلے امیر تیمور کا پارٹ جس میں امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر افسوس کرتے ہوئے اور انتقام کے لئے بے چین دکھایا جاتا ہے۔ یا یوسف علیہ السلام اور انکے بھائیوں کی دغابازی کا پارٹ جس سے جناب علی اور آپ کے صاحبزادوں کے ساتھ درد سر زکی بد سلوکی کا نقشہ دکھلانا مقصود ہوتا ہے۔

اصل واقعہ کے دکھلائے جانیکے بعد امام حسین دعا مانگتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن گنج شفاعت کی کلید ہمارے ہاتھ میں دیجائے

آخری کھیل میں آپکی دعا کی مقبولیت کا سین (نظارہ) دکھایا جاتا ہے۔ اس طرح پر کہ جنت

فردوس کا دروازہ پہلے ان انصار کے لئے کھولا جاتا ہے جنھوں نے جناب سید الشہدا کی نصرت کی تھی۔ یا اُن کے لئے جنھوں نے اس مظلوم کے لئے ایک آدھ آنسو بہایا ہو۔

اس تفصیل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ پیچ در پیچ اور محنت سے تجویز کیا ہوُا اظہار غم کا طریقہ ایسا عجیب ہے۔ کہ کسی تاریخ یا مذہبی ڈراما میں اسکی نظیر ملنا مشکل ہے۔ نہ صرف بلحاظ طوالت اور عظیم الشان سلسلہ واقعات کی تدریجی ترقی کے بلکہ اس لحاظ سے کہ ایک بڑے مذہبی فرقہ کی پرجوش روایات پر مبنی ہے۔ اور اسلئے بھی کہ دشمنوں کے ظلم پر دیرینہ ناراضگی و نفرت کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ باقی آئندہ

نوٹ۔ اصل مضمون تو بہت طویل ہوگا مگر اس مختصر سے بھی ناظرین سمجھ جائینگے۔ کہ امام حسین علیہ السلام کے تعزیہ داروں کو اگر پوری آزادی ملجائے۔ تو انکا ولولہ شوق کہاں سے کہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ اس سرزمین ایران کے کوائف ہیں۔ جہاں شیعوں کی سلطنت ہے۔ جہاں محلہ محلہ میں مجتہد اور علمائے دین موجود ہیں۔ ان کوائف کو دیکھکر ہندوستان کی تعزیہ داری کی وقعت ہی نہیں باقی رہتی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے تعزیہ داروں کا کچھ مذاق ہی گرا ہوُا ہے۔ بہتر ہو کہ ایران کی طرح یا تو کھلم کھلے ڈرامے کی صورت اختیار کیجائے۔ یا یہ ذوالجناح اور تابوت اور علم بھی موقوف کر کے خالص مجلس تعزیت پر اکتفا کی جائے۔ آئیندہ اختیار۔ (خاکسار خادم حسین خادم بھیروی)

اطلاع

بقایا دار اپنا اپنا بقایا بیباق کریں سال ختم ہو چکا ہے بہت مہربانی ہوگی کہ دسمبر کے آخر تک ۱۳ عسہ کی قیمت ادا فرماویں یا پختہ وعدہ کریں۔ منیجر